قارئینِ کرام سے!

ادارہ

خالق اور مخلوق کے درمیان ہمیشہ سے سب سے بڑا حجاب آستانوں کا وجود رہا ہے۔ یہ آستانے خواہ مزارات کی شکل میں ہوں یا پتھروں، درختوں اور ڈھیریوں کی شکل میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی سلطنتِ الٰہیہ قائم ہوئی، اس طرف فوری توجہ دی گئی۔ رمضان ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا اور عرب کا بیشتر علاقہ اسلامی اقتدار کے زیرِ نگیں آگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی ماہ جہاں عزّیٰ، سواع اور منات کے بتوں کو پاش پاش کرنے کیلئے علی الترتیب حضرت خالد بن ولید رض، حضرت عمرو بن العاص رض اور حضرت سعید بن زید رض کی قیادت میں سرایا روانہ کئے، وہاں حضرت علی رض کی قیادت میں ایک وفد اس غرض سے بھی بھیجا گیا کہ مزارات کو منہدم کر دیا جائے اور جو قبریں زمین سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہوں، خواہ پختہ ہوں یا کچی، انہیں زمین کے برابر کر دیا جائے۔

خلافتِ راشدہ میں اس بات پر سختی سے عمل کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رض نے وہ درخت رضوان بھی کٹوا دیا جہاں صلح حدیبیہ کے دوران بیعتِ رضوان ہوئی تھی۔ کیونکہ لوگ اس درخت کو متبرک سمجھنے لگے تھے۔ اور یہ برائے زیارت مرجع خاص و عام بن گیا تھا۔

لیکن جوں جوں مسلمان قرآن و سنت کی روشنی سے دور ہٹتا جاتا ہے، شرک کے یہ دروازے پھر سے وا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک غیر اسلامی یا لادینی سلطنت کا ایسے آستانوں سے نورا گٹھ جوڑ ہوتا ہے۔ آج کے مسلمان حکمران اگر عوام کی خوشنودی کی خاطر مزارات پر پھول چڑھانے چلے جاتے ہیں تو روس سے آیا ہوا سفیر بھی مزاروں پر پھول چڑھانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا اور اس کی دہریت پسندی قطعاً آڑے نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باطل آپس میں مل بیٹھتا ہے لیکن حق باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرنے سے یکسر انکار کر دیتا ہے۔

دورِ متاخرین میں شیخ محمد بن عبد الوہاب رح، شیخ احمد بریلوی، شاہ اسماعیل شہید کو موجودہ پاکستان میں جب

اقتدار نصیب ہوا تو انہوں نے بھی اس اہم کام کی طرف فوری توجہ دی۔ شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کے دور میں بھی قبریں، پتھر، درخت غرض ہر طرح کے آستانے وجود تھے۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے ایک واقعہ درج ذیل ہے۔ جو سیرت محمد بن عبد الوہابؒ مؤلفہ شیخ احمد عبد الغفور عطار سے ماخوذ ہے۔ اس تحقیقی کتاب پر مؤلف مذکور نے مقابلہ کا انعام حاصل کیا تھا۔

"قصبہ النزار میں کھجور کے ایک درخت کا نام فحال (بمعنی بڑا سانڈ یا سانڈوں کا سانڈ) تھا جسکی زیارت اور عبادت کیلئے مرد وزن آتے اور اس کے سامنے اپنی پیشانیوں کو رگڑتے۔ بیمار انسان شفایابی، تنگ دست کشائش رزق اور مصیبت زدہ لوگ مصائب کے دفعیہ کیلئے فحال کی زیارت کیلئے سرگرداں رہتے۔ کنواری عورتیں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ فحال کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتیں کہ "اے سانڈوں کے سانڈ، سال گزرنے (آئندہ عرس) سے پہلے مجھے رشتۂ زوجیت میں منسلک کر دیجئے" اس آہ وزاری کے بعد نوجوانوں کے نفسِ امارہ کو برانگیختہ کرنے والی حرکتوں کو بروئے کار لا کر شرم وحیا کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیتیں اور جب وہ کسی کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سبب بنتیں تو ان کے ذہنوں میں یہ تصور پیدا ہوتا کہ اس "کامیابی" زندگی کا سہرا فحال کے سر بندھا ہے اور اسی نے ہمیں مسرتوں سے ہمکنار کیا ہے۔"

ہمارے ہاں بھی شرقپور (شیخوپورہ) کے نواح میں ایک چک ہے، جہاں ایک درخت کو ایسا ہی اعزاز حاصل ہے۔ جس کی تفصیل لکھتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔

مزید ستم یہ ہے کہ اکثر قبریں اور ڈھیریاں جعلی ہوتی ہیں۔ کسی میں گدھا دفن ہے، کسی میں گھوڑا، کسی میں مردار کی ہڈیاں، کسی میں لکڑی اور کسی میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ پیشتر "نوائے وقت" میں "لکڑی کا پیر" کے عنوان سے ایک خبر چھپی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ کسی وہابی قسم کے انجینئر کو سڑک تعمیر کرنا تھی، راستہ میں ایک ڈھیری واقع تھی۔ جب اس نے اسے گرانے کو کہا تو لوگوں نے مزاحمت کی اور اس "بزرگ" کے انتقام سے بہت ڈرایا۔ انجینئر نے لوگوں سے کہا جو مصیبت آئیگی مجھ پر آئیگی۔ پھر جب اسے کھودا گیا تو اس میں سے لکڑی کا شہتیر برآمد ہوا۔ اس پر انجینئر نے کہا، دیکھ لو، یہ ہے آپ کا حاجت روا اور مشکل کشا!

ان باتوں کے باوجود ہمارے یہاں کا جاہل اور کثیر طبقہ ایسی قبروں کی تعمیر، ان پر عرسوں کے قیام اور مشرکانہ رسوم کی ترویج میں پیش پیش ہے۔ جب کوئی بزرگ یا پیر صاحب فوت ہو جاتے ہیں تو ان کی سوانح حیات مرتب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اندھی عقیدت رکھنے والے مرید مرحوم کی کرامتوں میں انتہائی غلو سے کام لے کر اسے خدائی کے درجہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ سالانہ عرس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تا آنکہ یہ آستانہ بھی مرجع خاص وعام بن جاتا ہے۔ ان انفرادی سوانح عمریوں کے علاوہ ہمارے یہاں کے سوادِ اعظم کی طرف سے کئی ایسے جامع تذکرے بھی چھپتے رہتے ہیں۔ جن میں ان صاحبانِ عرس کا اجمالی ذکر ہوتا ہے۔ جیسے

تذکرہ اولیائے ہند"، تذکرہ اولیائے لاہور" وغیرہ۔

لیکن ان مزارات پر عملاً کیا کچھ ہوتا ہے، مشرکانہ رسوم کیسے ادا کی جاتی ہیں، عقیدتاً لوگوں کو کیونکر گمراہ کیا جاتا ہے؟ ایسے لوگ جنہوں نے عمر بھر کوئی نماز ادا نہ کی ہو، ساتویں دن دربار کی حاضری کو کیوں ضروری سمجھتے ہیں؟ شفاعت، نجات اور جنت کے سرٹیفیکیٹ کہاں کہاں ملتے ہیں؟ اور عطا کنندگان کون لوگ ہیں؟ بے دین اور بدکار مجاوروں کو فحاشی اور بدکاری کے کیسے مواقع میسر آتے ہیں؟ بھنگ اور چرس کا دور کیسے چلتا رہتا ہے، ان باتوں سے قطع نظر کی جاتی ہے، یہ باتیں بس قابلِ دید ہیں، قابلِ ذکر نہیں!

اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ تصویر کے اس دوسرے رخ سے پردہ اٹھایا جائے اور اسے حیطۂ تحریر میں لاکر سنجیدہ اور پڑھے لکھے طبقہ کیلئے نہایت سلجھی ہوئی زبان میں پیش کیا جائے۔ لیکن ان لاتعداد آستانوں کے متعلق تحقیقی معلومات مہیا کرنا فردِ واحد کا کام نہیں ہے اور یہ کام حقیقتاً جماعت اہلحدیث کے ذمہ قرض ہے۔

راقم الحروف (مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رکن مجلس ادارت ترجمان الحدیث) نے اللہ کا نام لے کر اس کٹھن کام کو کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لہٰذا آپ (قارئین) سے التماس ہے کہ آپ درج ذیل سوالات کا تحقیقی جواب دیکر اس کارِ خیر میں معاونت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں! —— واقعہ دیدنی ہو یا شنیدنی، راوی پر لازم ہے کہ وہ اس کی صحت کی ذمہ داری قبول کرے۔

۱۔ کیا آپ کے علاقہ میں کوئی ڈھیری یا مزار موجود ہے؟ اگر مزار موجود ہے تو اس پر کونسی تاریخ کو عرس لگتا ہے؟ صاحبِ مزار کے حالات، عرس کا اجراء کب ہوا؟) اس آستانہ سے کیا کچھ عقائد وابستہ ہیں اور کونسی مشرکانہ رسوم وہاں ادا کی جاتی ہیں؟

۲۔ ایسی جعلی قبریں اور ڈھیریاں، جہاں کسی متعلقہ ولی کی بجائے کوئی اور چیز دفن ہے یا کچھ بھی زیرِ زمین نہیں ہے؟

۳۔ بیری پیر، گھوڑے شاہ، بلکیوں والی سرکار، کانوانوالی سرکار اور اسی قبیل کے دوسرے "اولیاء" کی تحقیقی تاریخ اور کوائف (واضح رہے ہمارا موضوع حقیقی اولیاء اللہ نہیں ہیں۔ بلاشبہ بعض بزرگوں نے خدمت اسلام کیلئے عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں جن کو ہم عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لیکن بعد کے "مریدانِ باصفا" نے انکی تعلیمات کے برعکس ان کے مزارات تعمیر کر کے شرک اور خرافات کے دروازے کھول دیئے)

۴۔ کیا آپ کے علاقہ میں کوئی ننگا پیر (مجذوب) بھی موجود ہے؟ اس کے متعلق جہلاء کیا عقائد رکھتے ہیں؟

براہ کرم جواب باصواب سے اس پتہ پر جلد مطلع فرمائیں، عبدالرحمان کیلانی، دارالسلام، وسن پورہ۔ لاہور!